ڈاکٹر اسرار احمد

ایمان کا موضوع

مرتب : مولانا ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

ہماری گفتگو کا پہلا حصہ جو لفظ ایمان کی لغوی اور اصطلاحی بحث پر مشتمل تھا قدرے ثقیل تھا' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان امور کے ساتھ بھی ہمارے قارئین کا ذہنی ربط ضروری ہے تاکہ وہ لفظ ایمان کو پوری گہرائی کے ساتھ سمجھ سکیں اور انہیں معلوم ہو کہ یہ لفظ کہاں سے چل کر کہاں پہنچا ہے' اس کی جڑ اور اس کا اساسی مفہوم کیا ہے اور اب اصطلاحاً یہ کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ایمان کا موضوع کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے ذرا پیچھے بیان ہونے والی گفتگو پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ ایمان کا تعلق غیب کی خبروں سے ہے۔ اور ایسی خبریں کوئی نبی یا رسول ہی دے سکتا ہے۔ ایسی غیبی خبروں کو فلسفیانہ اصطلاح میں "مابعد الطبیعیات" کا علم کہتے ہیں جو کہ علم فلسفہ کی ایک اہم شاخ ہے۔ "طبیعیات" اور "مابعد الطبیعیات" ہمارے علم کے دو دائرے (Domains) ہیں۔ ایک کا تعلق مادی دنیا یعنی Physical world سے ہے اور یہ حواس خمسہ کا دائرہ ہے۔ اس کے ذریعے سے ہمیں ایک نوع کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جدید تحقیقات اور ایجادات کے ذریعے اس کا دائرہ ہم نے وسیع کر لیا ہے۔ مثلاً خوردبین ایجاد کر لی تو ہماری بینائی باریک سے باریک چیزوں کا مشاہدہ کرنے لگی اور دوربین ایجاد کر لی تو ہماری بینائی کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ بہرکیف عالم مادی میں حصول علم کا اصل ذریعہ ہمارے حواس خمسہ ہیں۔ اس عالم محسوسات کے مختلف شعبوں میں ہم نے اپنی قوت ادراک کو بڑھایا اور نت نئی تحقیقات کے ذریعے اس میں ترقی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس دور میں مادی یا طبیعی دنیا سے متعلق معلومات ایک دھماکے (Explosion) کے سے انداز میں وسعت پذیر ہوئی ہیں۔ یہ اس دور کا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

طرہ امتیاز ہے۔

ہمارے علم کے دوسرے دائرے کا تعلق مابعد الطبیعیات (Metaphysis) سے ہے' گویا کہ اس کا تعلق عالم حواس یا عالم محسوسات سے نہیں بلکہ اس سے ماوراء کسی عالم سے ہے۔ اس دوسرے علم سے متعلق لامحالہ کچھ سوال ذہن میں اٹھتے ہیں۔ جو آدمی کسی بھی درجے میں عقل و شعور رکھتا ہے وہ ان کے بارے میں ضرور سوچتا ہے' البتہ ان سوالوں کے تشفی بخش جواب پانے کے لئے جو وسائل ہمیں دستیاب ہیں وہ انتہائی ناکافی ہیں' کیونکہ ہمارے مادی وسائل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی۔ اور یہی مابعد الطبیعیاتی معلومات ایمان کا اصل موضوع ہیں۔

چند قابل توجہ حقائق

© rasailojaraid.com

آگے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ چند انتہائی اہم اور ہماری گفتگو کے اعتبار سے نہایت ضروری حقائق کو سمجھ لیا جائے۔

پہلی حقیقت : علم و عمل کے اعتبار سے انسان دو قسم کے ہوتے ہیں : (i) تقلیدی اور (ii) تحقیقی

انسانوں کی اکثریت تقلیدی مزاج کی حامل ہوتی ہے کہ جس ماحول اور معاشرے میں انہوں نے آنکھ کھولی' اس معاشرے میں جن نظریات اور اعتقادات کا تسلط تھا۔ انہوں نے بھی ان نظریات کو اختیار کر لیا' جو طرز زندگی لوگوں کا تھا انہوں نے بھی اسی طرز زندگی کو اپنا لیا' جو Values (اقدار) وہاں رائج تھیں انہوں نے بھی بے چون و چرا انہیں قبول کر لیا اور جن اہداف کے لئے سب کوشاں اور سرگرداں نظر آئے یہ بھی اسی دوڑ میں شامل ہو گئے اور انہی راہوں پر چل کر زندگی گزار دی۔ انسانوں کی عظیم اکثریت اسی طرح کے تقلیدی ذہن اور مزاج کے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

البتہ ہزاروں اور لاکھوں افراد میں ایک دو افراد وہ بھی ہوتے ہیں جو اس تقلیدی جم غفیر کے برعکس تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔ ایسے تحقیقی مزاج اور ذہن کے حامل افراد کی تعداد ہمیشہ اقل قلیل ہوتی ہے۔ ایسے لوگ کسی چیز کو اس لئے ماننے کے لئے تیار نہیں

© rasailojaraid.com

ہوتے کہ سب اس کو مان رہے ہیں اور کوئی کام اس لئے کرنے کو تیار نہیں ہوتے کہ سب یہی کام کر رہے ہیں ' بلکہ وہ حقیقت اور صداقت کو خود جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں۔ حق کو دلیل کے ساتھ معلوم کرنا اسی کا نام ہے۔ حقیقت کو جاننے کے لئے یہ لوگ اپنی عقل و فہم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ حق تک پہنچنے کے لئے شدید محنت اور جد و جہد کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ نادر الوجود ہوتے ہیں۔ گوتم بدھ اپنے زمانے میں ایک ہی تھا ' لیکن آج اس کے نام لیوا اور اس کی تحقیق کی تقلید کرنے والے کروڑوں میں ہیں۔ اس کے نظریات صحیح تھے یا غلط ' یہ ہمارا موضوع نہیں۔ اسی طرح سقراط{۱} بھی اپنے زمانے میں ایک ہی پیدا ہوا اور آج مغرب کے سارے فلسفے کا تانا بانا اور سلسلہ سب اسی سقراط سے جڑتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ ایسے نابغہ روزگار حضرات کا ان کی زندگی میں کوئی ساتھ دے یا نہ دے ' لیکن بعد میں لوگ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ ابتداء میں چند ہی لوگ ایسے حضرات کی بات کو سمجھ پاتے ہیں ' پھر آہستہ آہستہ عام لوگ بھی ان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ بالآخر تقلیدی مزاج کے تحت نسلاً بعد نسل ان حضرات کے پیش کئے ہوئے نظریات عام لوگوں کے لئے عقائد کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔

دوسری حقیقت : علم کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) علم الادیان (۲) علم الابدان۔ اس دوسرے علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِي بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝﴾

(البقرۃ : ۳۱)

"(اس کے بعد) اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھا دیئے ' پھر انہیں فرشتوں

{۱} سقراط اپنے نظریات پر کس قدر جازم تھا اور اپنی فکر کے پرچار کا کتنا مشتاق تھا ' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے سامنے دو راستے رکھے گئے کہ یا تو زبان بند کر لے اور جن حقائق کا اسے انکشاف ہوا ہے ان کا اعلان نہ کرے ' ورنہ اس کی سزا یہ ہے وہ زہر کا پیالہ پی کر موت کو گلے لگا لے۔ اس نے زبان بند کرنا پسند نہیں کیا بلکہ زہر کا پیالہ پی کر اپنے پیش کردہ حقائق پر اپنے پختہ یقین کا ثبوت فراہم کر دیا۔ (ماخوذ)

© rasailojaraid.com

کے سامنے پیش کیا اور فرمایا : اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔

یہ علم الاشیاء کی طرف اشارہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں ودیعت کر دیا گیا تھا۔ سمع' بصر اور فواد کی جو صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر رکھ دی تھیں انہی کی بدولت لوگوں کو مادی کائنات کا علم حاصل ہوتا رہا اور مادی علوم (Physical Sciences) کا دائرہ آگے بڑھتا رہا اور نہ معلوم کہاں تک بڑھتا چلا جائے گا۔ لیکن یہ علم الاشیاء ہے جسے علم الابدان کا نام بھی دیا گیا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے علم کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ان کی طرف یہ الفاظ منسوب ہیں : "العلم علمان' علم الابدان وعلم الادیان" یعنی علم تو دو ہی ہیں : ایک علم الابدان' یعنی Physical bodies کا علم' جو فزکس یا Physical Sciences کہلاتا ہے۔ یہ علم یا اس سے متعلق حقائق کی تحقیق ہماری آج کی گفتگو کا موضوع نہیں ہے' اس لئے اس کو ایک طرف رکھ دیں۔ اور دوسرا ہے علم الادیان' جو ان حقائق سے بحث کرتا ہے جو مادی علم کی رسائی سے باہر ہیں۔ حقیقت مطلقہ سے متعلق کچھ کلی اور اصولی سوالات اس کا اصل موضوع ہیں' چنانچہ یہ علم ان کے جوابات سے بحث کرتا ہے۔ اس کا دائرۂ بحث کلی حقائق ہیں جزوی حقائق نہیں۔ اس علم میں اس جزوی حقیقت سے بحث نہیں ہو سکتی کہ پانی کی اصل کیا ہے؟ آیا وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کر بنا ہے یا کچھ اور ہے؟

پوری کائنات وسیع ترین حقیقت ہے' اس میں جزوی اور کلی دونوں قسم کے حقائق موجود ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ اسے جزوی حقائق کے ساتھ ساتھ کلی حقائق کی بھی خبر ہو اور یہ انسان کی اشد ضرورت ہے' کیونکہ انسانی رویئے کا دارومدار انہی چیزوں کو ماننے اور نہ ماننے پر ہے۔ مثلاً انسان کو اپنی ذات کے متعلق خبر ہونی چاہئے کہ وہ کیا ہے اور کون ہے؟ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ میں کون ہوں' زندگی کا طرز عمل کیسے معین ہو گا۔ زندگی کا رخ معین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجھے معلوم ہو کہ میری زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ آیا موت کے بعد زندگی کا اختتام ہے یا موت کے بعد بھی زندگی کی کوئی دوسری شکل موجود ہے؟ صرف اسی ایک سوال کے جواب میں فرق سے زمین و آسمان کا فرق واقع ہو

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

جائے گا۔ اس سے ملتے جلتے اور بھی بہت سارے سوالات ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔ یہ دوسرا علم جو کلی حقائق سے بحث کرتا ہے' فلسفہ کا موضوع ہے اور یہی علم درحقیقت ایمان کا موضوع ہے۔

فلسفہ کی حقیقت

انسان نے ایسے اصولی سوالوں کا جواب جاننے کے لئے عقل کے گھوڑے دوڑائے' منطق سے مدد لی۔ اسی طرح حواس خمسہ کے ذریعے اسے جو معلومات حاصل تھیں ان کو جوڑا اور جمع کیا' نتائج اخذ کئے اور اس طرح اپنے علمی و عقلی سفر کو جاری رکھا۔ اسی عمل کے ایک حصے کو استخراجی اور دوسرے حصے کو استقرائی طریق کار کا نام دیا گیا۔ فلسفہ جن اصولی سوالات سے بحث کرتا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے :

۱ ـ میں کون ہوں؟ یعنی انسان کی حقیقت کیا ہے؟

۲ ـ زندگی کس چیز کا نام ہے؟

۳ ـ خیر کسے کہتے ہیں اور شر کی کیا حقیقت ہیں؟

۴ ـ علم کی حقیقت کیا ہے؟

۵ ـ وجود کی ماہیت کیا ہے؟

۶ ـ زندگی کا آغاز کیا ہے؟ اور اختتام کیا ہے؟ وغیرہ

عام آدمیوں اور تقلیدی مزاج کے لوگوں کے نزدیک تو ان سوالات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہوتی لیکن تاریخ کی یہ گواہی موجود ہے کہ تحقیقی مزاج کے لوگوں کے ذہن میں جب یہ سوالات پیدا ہو گئے تو انہیں زندگی کی کسی اور چیز سے دلچسپی {۲} ہی نہیں رہی۔

{۲} گوتم بدھ جو کہ کپل وستو کا شہزادہ تھا' تیس سال کی عمر میں جوان بیوی' شیر خوار بچے' راج دھانی اور محل کو چھوڑ کر جنگلوں میں نکل گیا۔ حالانکہ عام انسانوں کے لئے یہ سہولتیں اور عیش و عشرت کا سامان پاؤں کی بیڑی بن جایا کرتی ہیں۔ لیکن گوتم بدھ کا معاملہ بالکل مختلف تھا۔ اس نے دیکھا کہ کوئی اندھا ہے اور لڑکھڑا رہا ہے' مر رہا ہے' کسی کا بچہ فوت ہو رہا ہے' رشتہ دار' والدین سرہانے کھڑا ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے سوچا یہ رنج اور الم کیوں ہے؟ اور اس سے نجات کا کوئی راستہ ہے یا کہ نہیں؟ کوئی اگر پیدائشی اندھا ہے تو آخر اس کا=

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ان کا داعیہ تلاش حق اتنا شدید ہوتا ہے کہ خود اپنی زندگی کی کوئی اہمیت و حقیقت ان کے نزدیک باقی نہیں رہتی۔ بلکہ اصل اہمیت ان مسائل کی الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے اور ان کے جوابات کے حصول کی ہوتی ہے۔

پانچ اہم ترین سوال

ہر انسان سے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی' مسلمان ہو یا کافر' تابع فرمان مومن ہو یا بے عمل مسلمان' بہرحال قیامت کے روز پانچ سوال ضرور پوچھے جائیں گے۔ شعوری یا

= قصور کیا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟ ان تمام چیزوں سے نجات کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ ان سوالوں کا جواب پانے کے لئے اس نے کہاں کہاں کی خاک چھانی' کس کس کی خدمتیں کیں' کیسی کیسی ریاضتیں کیں۔ اہم ترین مثال سامنے رکھنی ہے کہ کسی کی تعلیمات پر تبصرہ ہمارے یہاں پیش نظر نہیں ہے۔

اسی طرح سقراط کی مثال ہے جس نے اپنے ہاتھوں جانتے بوجھتے زہر کا پیالہ پینا پسند کر لیا۔ نہ اپنے موقف کو ترک کیا اور نہ خاموشی اختیار کر کے مصالحت کی راہ اپنائی۔ سچے "دیوانے" ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے' حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر کیا بیتا پڑی تھی' کیوں گھر سے نکلے تھے؟ حالانکہ اپنے وطن ایران میں وہ پرسکون زندگی گزار رہے تھے' وہ آتش پرست حلقے کے ایک صاحب حیثیت شخص کے بیٹے تھے' گدی ملی ہوئی تھی' ہمیشہ کے لئے عیش کرتے لیکن وہی تحقیقی مزاج آڑے آیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ ہم خود آگ جلائیں' خود ایندھن ڈالیں اور خود اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر عبادت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اس سے بڑی اور کیا حماقت ہو گی۔ پھر انہوں نے تلاش حق میں کہاں کہاں کی خاک چھانی! گھر چھوڑا' ہجرت کی' شام تک کا سفر کیا' عیسائیت اختیار کی' کبھی ایک راہب کے پاس' کبھی دوسرے عالم کے پاس اور آخری راہب کی جب موت کا وقت آیا تو کہا کہ میری تو اب تک تسکین نہیں ہوئی' اب تمہارے بعد میں کہاں جاؤں؟ تو اس راہب نے بتایا کہ میرا علم بتاتا ہے کہ آخری نبی کے ظہور کا وقت آچکا ہے اور جنوب کی طرف کھجوروں کی زمین میں اس کا ظہور ہو گا۔ جاؤ اور تلاش کرو۔ بالآخر حضرت سلمان الفارسی وہاں سے ایک قافلہ کے ہمراہ نکلے۔ راستے میں ڈاکوؤں کا حملہ ہوا' گرفتار ہوئے' غلام بنے۔ خریدار چونکہ مدینہ کا یہودی تھا للذا اس طرح مدینہ طیبہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچ گئے اور اس طرح تلاش حق کا یہ سفر مکمل ہوا۔

© rasailojaraid.com

غیر شعوری طور پر ہر شخص ان سوالوں کا ایک معین جواب اپنے ذہن میں رکھتا ہے جس کا کسی قدر اظہار اس کے رویئے اور کردار سے ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ان سوالوں کی تفصیل ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"لا تزول قدما ابن آدم یوم القیامة من عند ربه حتی یسأل عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وماذا عمل فیما علم" {۴}

"قیامت کے روز کسی آدم زادے کے قدم اس وقت تک اپنے رب کے سامنے سے نہ ہٹ سکیں گے جب تک کہ اس سے مندرجہ ذیل پانچ سوال نہیں پوچھ لئے جاتے :

۱ ۔ اس نے اپنی عمر کہاں خرچ کی؟

۲ ۔ اپنی جوانی کہاں کھپائی؟

۳ ۔ مال کو کہاں سے کمایا؟

۴ ۔ اور کہاں خرچ کیا؟

© rasailojaraid.co

{۴} سنن الترمذی 'ابواب صفه القیامه 'باب شان الحساب والقصاص ' ح ۲۵۴۴ ومسند ابی یعلی الموصلی ۹/۱۷۸ ' ح ۵۲۷۱ والمعجم الصغیر للطبرانی ۱/۲۸۰ ' ح ۷۴۷ اور تاریخ بغداد للخطیب ۱۲/۴۴۰۔ یہی حدیث حضرت ابو برزہ الاسلمی کے حوالے سے بھی مروی ہے ' ملاحظہ ہو ' سنن الترمذی ' ح ۲۵۴۵ و مسند ابی یعلی الموصلی ۱۳/۴۲۸ ' ح ۷۴۳۴ واقتضاء العلم العمل للخطیب ص ۱۶۔۱۷ وحلیه الاولیاء لابی نعیم الاصفهانی ۱۰/۲۳۲ وسنن الدارمی ۱/۱۳۵ ' ح ۵۴۵ ' نیز حضرت معاذ بن جبل کے حوالے سے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۱۱/۴۴۱ میں اور اقتضاء العلم العمل ص ۱۸۔۱۹ میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو پوری تفصیل سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم رہے کہ یہ حدیث انتہائی مستند ہے اور محدثین کرام نے اسے پورے اہتمام سے بیان کیا ہے (مرتب غفر اللہ لہٗ)

© rasailojaraid.co

۵ ۔ علم کے مطابق کس قدر عمل کیا؟

مذکورہ بالا سوالات کی مانند پانچ ہی سوال مابعد الطبیعیاتی یا غیبی امور سے متعلق ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں ہر انسان نے شعوری یا غیر شعوری کوئی نہ کوئی جواب اختیار کیا ہوا ہے اور اس کے مطابق اپنے طرز زندگی کو استوار کیا ہوا ہے' چاہے متعین شکل میں سوالات اس کے سامنے ہوں یا نہ ہوں۔

سوال نمبر۱ : کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ پہلا اور بنیادی سوال کائنات کے بارے میں ہے کہ کیا یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی؟ کیا یہ خود بخود بن گئی ہے اور خود بخود چل رہی ہے؟ اور کیا یہ کسی وقت معین پر تخلیق ہوئی ہے؟ اور کیا کسی وقت معین کے بعد ختم ہو جائے گی؟ اگر واقعتاً یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے تو اس کا خالق کون ہے؟ اگر کوئی خالق ہے تو اس کی صفات کیا ہیں؟ خالق اور کائنات (مخلوق) کا باہم ربط و تعلق کیا ہے؟ اور اس سے رابطے کی کوئی شکل ہے یا کہ نہیں؟

یہ تفصیلی سوالات پہلے بنیادی سوال کی تشریح کا درجہ رکھتے ہیں۔

سوال نمبر۲ : خود میں کون ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ مشہور صوفی شاعر حضرت بلھے شاہ نے کہا : "بلھیا کی جاناں میں کون؟ (Who am I?) کیا میں بھی دوسرے حیوانات کی طرح بس ایک حیوان ہوں؟ یا ان سے کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے مختلف ہوں؟ مجھ میں اور حیوانات میں اگر کوئی فرق ہے تو کیا ہے؟

سوال نمبر۳ : میری زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا پیدائش سے موت تک کا عرصہ ہی میری کل زندگی ہے۔ کیا موت پر زندگی کا اختتام ہو جائے گا؟ یا موت کی سرحد کے پار بھی میرے وجود کا کوئی تسلسل ہے؟ اگر ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟ اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی کیفیات کیا ہوں گی!! اس مرکزی سوال کے اندر ایک دوسرا سوال موجود ہے' اور وہ یہ کہ اس دنیا میں آنے یعنی پیدائش سے پہلے بھی میرا کوئی وجود تھا؟ اگر تھا تو اس کی نوعیت کیا تھی؟ میں کہاں سے آیا ہوں اور میری منزل کونسی ہے؟

سوال نمبر۴ : علم کی حقیقت کیا ہے؟ ایک علم سے تو ہم سب واقف ہیں جو حواس

© rasailojaraid.com

خمسہ سے حاصل ہوتا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتے ہیں، چھو کر چکھ کر اور سونگھ کر بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اضافی قوت حاسہ (Extra Sensory Perceptions) بھی اس دور میں اہمیت دی جانے لگی ہے تاہم ان کا معاملہ چونکہ کسی قدر متنازعہ ہے لہٰذا اسے سردست علیحدہ رکھئے۔ بہرحال حواس خمسہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ اسی طرح انسان یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ اس کے اندر کوئی کمپیوٹر ہے جو نتیجہ نکالنے میں معاون ہوتا ہے۔ یعنی استنباط و استدلال کی قوت سے دو موجود حقیقتوں کے ذریعے تیسری حقیقت معلوم کرنے کی صلاحیت اس کے اندر موجود ہے۔ کچھ کلی معلومات بھی اس کے اندر ودیعت شدہ ہیں۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ جہاں آگ جلتی ہے وہاں دھواں بھی ہوتا ہے، لہٰذا دھوئیں کو دیکھ کر ہم باآسانی یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ وہاں آگ لگی ہوئی ہے حالانکہ اپنی آنکھوں سے آگ کو ہم نے نہیں دیکھا بلکہ دماغی کمپیوٹر نے دھواں دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

علم کے یہ دو دائرے یا دو ذرائع یعنی علم بالحواس اور علم بالعقل تو ہر باشعور انسان کے علم میں ہیں، البتہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے قول کے مطابق علم انسانی کے تین دائرے ہیں : (۱) علم بالحواس (۲) علم بالعقل (۳) علم بالقلب۔ پہلے دو ذرائع علم کے بارے میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ علم بالقلب کی بھی کوئی حقیقت ہے یا نہیں؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا علم بالحواس اور علم بالعقل سے پرے بھی کوئی Source of knowledge یا نہیں!

سوال نمبر ۵ : خیر و شر کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ کوئی مستقل اقدار (Permanent Values) ہیں؟ یہ اقدار حقیقی ہیں یا محض وہمی اور خیالی؟

انگریزی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ

"No thing is good or bad only thinking make it so"

"کوئی چیز اپنی ذات میں نہ اچھی ہے نہ بری، بلکہ انسانی سوچ اسے اچھا یا برا بنا دیتی ہے"۔

کیا یہ مقولہ صحیح ہے؟ کیا ہم نے کسی شے کو خیر اور کسی کو شر کا نام دے رکھا ہے یا واقعتاً یہ مستقل اقدار (Values) ہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو

© rasailojaraid.com

خیر پر آمادہ کرنے والا جذبہ محرکہ کون سا ہے، چاہے اس خیر کو اپنانے میں نقصان ہو رہا ہو؟ سچ بولنا اگر خیر ہے لیکن سچ بولنے میں اگر دنیاوی نقصان ہوتا ہو تو انسان پھر کیوں سچ بولے؟ جھوٹ بولنا اگر شر ہے اور جھوٹ بولنے میں اگر فائدہ نظر آتا ہو تو جھوٹ کیوں نہ بولے؟۔

اگر خیر و شر مستقل اخلاقی قدریں ہیں تو پھر ان اقدار پر عمل پیرا ہونے کے لئے مضبوط جذبہ محرکہ بھی درکار ہے۔ یہاں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اگر دیانت خیر اور خیانت شر ہے تو انسان کو دیانت اور امانت پر قائم رکھنے اور خیانت سے روکنے والی شے کون سی ہے؟

یہ پانچ سوال ہیں جو مابعد الطبیعیات اور فلسفہ کے مختلف شعبوں میں مرکزی اہمیت کے حامل ہیں۔ علم نفسیات (Psychoiogy) انسان کی باطنی حقیقت سے بحث کرتا ہے۔ انسان کے محرکات عمل کیا ہیں؟ آیا وہ صرف حیوان ہی ہے یا اس سے مختلف ہے؟ اس کا Behaviour کیا ہے؟ علم الاخلاق (Ethics) میں خیر و شر کی حقیقت زیر بحث آتی ہے۔ کہ اگر یہ آفاقی اقدار ہیں تو ان کے لئے جذبہ محرکہ کیا ہے؟ اخلاقیات کا نظام کونسا ہو؟ وغیرہ۔ مابعد الطبیعیات (Metaphysics) کائنات کی حقیقت پر بحث کرتی ہے۔ وجود کی حقیقت و ماہیت، حقیقت علم اور ماہیت علم یہ سب شعبے فلسفہ کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہی وہ پانچ بنیادی سوالات ہیں جن سے ایمان بحث کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ فلسفہ اور ایمان دونوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ دونوں مابعد الطبیعیات حقائق سے بحث کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid
© rasailojaraid